ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ماخذ تحقیقی مجلہ

آصف اقبال

ایم فل(اُردو) اسکالر، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

سحرؔ بدایونی کے دیوان "طامات سحر" کے فکری وفنی محاسن

Asif Iqbal
M.Phil (Urdu) Scholar, Lahore Garrison University, Lahore.

Sahar Badayuni kay Deewan "Tamaat-e-Sahar" kay Fikri-o-Fanni Mahasin

In this article, Sahar Badayuni's Deewan 'Taamaat-e-Sahar', which is the Second Deewan of Sahar, has been analyzed intellectually and artistically. An attempt has been made to evaluate that which subjects and traits of poetry Sahar has used in his poetry and what are the qualities in it. A short brief of Sahar's works has also been presented for the lovers of Urdu literature. This research would be helpful for the researchers and scholars, who are interested in editing of manuscripts of classical period.
Keywords: *Second Deewan "Taamaat-e-Sahar, Intellectually, Artistically, Short brief, Shar's Works, Manuscripts, Classical period.*

اُردو ادب کے کلاسیکی عہد (۱۶۰۰ء۔۱۹۰۰ء) میں بے شمار شاعر گزرے ہیں۔ لیکن اُن میں سے چند ایک کو شہرت نصیب ہوئی، کیونکہ اُن کلام اپنے اندر تمام تر ادبی رعنائیاں اور خوبیاں سمیٹے ہوئے تھا۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جن شعرا کو شہرت حاصل نہ ہوئی اُن کا کلام ان خوبیوں کا حامل نہیں تھا، بل کہ اُس دور کے نامساعد حالات اور دیگر وجوہات کی وجہ سے بہت اچھا کلام بھی منظرِ عام پر نہ آسکا کچھ شعرا تو اپنا دیوان بھی مرتب نہ کراسکے۔ لیکن بعض شعرا نے اپنے شیدائیوں کے اصرار پر اپنا کلام مرتب اور شائع کیا۔ اسی بنا پر آج زمانے میں ان کا نام زندہ ہے۔ ان میں سے ایک نام "سحرؔ بدایونی (۱۸۴۰ء۔۱۹۰۲ء) ہے۔ سحر کا اصل نام منشی دیبی پرشاد بدایونی ہے اور سحرؔ تخلص ہے۔

سحرؔ کے آباؤ اجداد کا تعلق بانگر مئو ضلع لکھنؤ سے تھا۔ سحرؔ کے بزرگوار حکومت رائے ملازمت کے سلسلے میں بدایوں آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔[۱] سحرؔ کا تعلق شری واستو کایستھ خاندان سے تھا جو اپنی علمی اور سیاسی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

لیاقت میں ممتاز تھا۔ سحرؔ کے والد چنی لال اخگر ایک شاعر تھے۔ سحرؔ نے فنِ شاعری کے لیے اپنے والد کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ سحرؔ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ سحرؔ کو مختلف علوم و فنون میں بھی مہارت حاصل تھی، مثلاً فلسفہ، خوش نویسی، مصوری، ریاضی وغیرہ۔ سحرؔ فراغت تعلیم کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر بدایوں میں فائز ہوئے۔ ۱۸۹۴ء میں پنشن پائی۔ پنشن کے بعد بھی سحرؔ تعلیمی سرگرمیوں سے جڑے رہے۔ سحرؔ کو اُردو زبان سے محبت تھی' خطاطی میں اعلیٰ مہارت رکھتے تھے' خطاطی میں سحرؔ کے بہت سارے شاگرد تھے۔ علاوہ ازیں شاعری میں بھی سحرؔ کے شاگرد تھے، جن میں منشی چھوٹے لال، منشی کرپاشنکر خوش، منشی منگل سین فارغ، گھسو خان فریاد، منشی کامتا پرشاد جوہر وغیرہ شامل ہیں۔ (۲)

سحرؔ بدایونی نے شاعری کے علاوہ مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ سحرؔ کئی تصانیف میں دو دیوان "سحر سامری" اور" طامات سحر" ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر "تعلیم الاطفال"، "سفینہ سحر"، "تہ جرعہ سحر"، "دیوارِ قہقہہ"، "تقاول ہندسی"، "مراۃ الصفا"، "رسالہ قیافہ"، "نظم پرویں"، "مراۃ العلوم"، "خلاصہ جغرافیہ"، "دلائل المشائخین"، "معیار البلاغت"، "غوامص الحساب"، "محیط المساحت"، "تلخیص الحساب"، "معیار الاملا"، "ارژنگ چین"، "بڑھاپانامہ"، "حل رسالہ معمائے جامی"، "واسوخت افسوں سحر"، "سحر سامری لطائف ہندی"، "جغرافیہ ضلع بدایوں" وغیرہ اہم ہیں (۳)۔ سحرؔ کی زندگی کا چراغ ۱۹۰۲ء میں گل ہو گیا۔ (۴)

سحرؔ بدایونی کے ہم عصر شعرا میں داغؔ دہلوی (۱۸۳۱ء۔ ۱۹۰۵ء)، حالیؔ (۱۸۳۷ء۔ ۱۹۱۵ء)' آزادؔ (۱۸۳۰ء۔ ۱۹۱۰ء) 'انورؔ دہلوی (۱۸۴۷ء۔۱۹۰۵ء) جیسے مشاہیر کے علاوہ ظہیر الدین دہلویؔ (۱۸۳۵ء۔۱۹۱۱ء) کے نام نمایاں ہیں۔

کلاسیکی عہد کے دیگر شعرا کی طرح سحرؔ کے کلام میں بھی تقریباً وہی فکری اور فنی محاسن پائے جاتے ہیں جو کلاسیکی عہد کے شعراء کے کلام کا خاصہ تھے، سحرؔ کی شاعری میں عشقیہ مضامین کے علاوہ تصوف اور حقیقت مطلقہ جیسے موضوعات بھی نظر آتے ہیں۔ صنائع بدائع کا استعمال بھی ہے۔ روزمرہ، سادگی و سلاست کے علاوہ بے ساختگی کا عنصر بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ لیکن اکا دُکا اشعار ابتذال کا شکار نظر آتے ہیں۔ سحرؔ نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت دہلی اور لکھنو میں گزارا، اسی لیے سحرؔ کے کلام میں دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنو دونوں دبستانوں کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ سحرؔ کہتا ہے:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

پسندیدہ نہ ہوا سحرؔ کیوں سب کو کلام اپنا
رہے ہم مدتوں دہلی میں چھانا لکھنؤ برسوں (۵)

شاعری سے متعلق ورڈزورتھ کے الفاظ جو کسی بھی شاعر کی جداگانہ حیثیت ظاہر کرتے ہیں۔

"شاعری بے ساختہ جذبات کا اظہار ہے اس لیے اسے نا تو سیکھا جا سکتا ہے اور نہ اس کے بندھے ٹکے اصول ہو سکتے ہیں، شاعر معمولی انسان نہیں ہوتا وہ کچھ مخصوص صلاحیتوں کو لے کر پیدا ہوتا ہے اس لیے انفرادیت، شاعر اور شاعری دونوں کے لیے اہم ہے۔(۶)

کلاسیکی دور کی شاعری میں وارداتِ عشق کا تذکرہ جابجا نظر آتا ہے جو اُس دور کی شاعری کا جزو لاینفک تھا اور دواوین کے دواوین جذبہ عشق کے اظہار سے بھرے پڑے تھے۔ حالؔی ہی کو لیجیے فرماتے ہیں:

قیس ہو کوہ کن ہو یا حالؔی
عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں(۷)

سحرؔ بھی عشق کے وار سے بچ نہ سکے، اُن کے کلام میں جگہ جگہ عشقیہ جذبات کا اظہار ملتا ہے۔ اس حوالہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں کہ سحرؔ نے وارداتِ عشق کا اظہار کس طرح کیا ہے وہ خود کو مشاہیر عشق کے مکتب کا شاگرد کہتے ہیں۔

مکتب غم میں ہے مجنوں سے تلمذ ہم کو
اب بیاباں کا سبق جائے گلستاں ہو گا

(طامات سحرؔ، ص۴)

اسی طرح ایک اور جگہ وارداتِ عشق کا بیان فرماتے ہیں۔

ابتدائے عشق میں کیا غم، جُدا ہے گر صنم
مل بھی جائے گا ابھی سے ایسے گھبرائیں گے کیا

(طامات سحرؔ، ص۳)

سحرؔ کے نزدیک عشق، محبت انسان کی سرشت میں شامل ہے گویا جو انسان عشق و محبت کے جذبات کا حامل نہیں ہے وہ انسان نہیں ہے اور سحرؔ کا یہ فلسفہ بالکل درست ہے کہ اس کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب ﷺ کی خاطر ہی کی، یہ الگ بات ہے کہ عشق حقیقی اور عشق مجازی میں فرق ہے، سحؔر اس حوالہ سے یوں گویا ہیں۔

اُنس ہے مادۂ اصل و سرشتِ انسان
اُلفت انسان سے رکھے گا جو انساں ہو گا
(طامات سحؔر، ص ۴)

مندرجہ بالا شعر میں سحؔر خواجہ میر دردؔ کے اس فلسفہ کی تائید کرتے نظر آتے ہیں جو انہوں نے اپنے درج ذیل شعر میں پیش کیا۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں (۸)

ایک شاعر بہت سی چیزوں سے اپنے کلام کو نکھارتا ہے، جن میں قافیہ، ردیف، تراکیب، تشبیہات وا استعارت، درد و غم کا بیان، عشق کی وارداتوں کا ذکر، اخلاقیات کا بیان اور حسن و بیان کے جلوے وغیرہ۔
شاعری میں لفظی اور معنوی حُسن پیدا کرنے کے لیے ردیف نگاری پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ بعض اوقات غزل کا قافیہ اتنا اثر انگیز نہیں ہوتا۔ جتنا ردیف اپنی جانب توجہ مبذول کرتا نظر آتا ہے۔ علامہ اخلاق حُسین دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"قافیہ ہی غزل کی بنیادی ضرورت ہے"

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ردیف کے بدلنے سے قافیہ کی حیثیت بدل جاتی ہے اور ایک ہی قافیہ کئی طریقے سے بندھ سکتا ہے، جس سے مضامین میں وسعت اور رنگینی پیدا ہوتی ہے۔ ردیف جتنی خوشگوار اور اچھوتی ہوتی ہے، اتنا ہی ترنم اور موسیقی میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۹)

زبان و بیان پر اس زمانہ میں خاص زور دیا جاتا تھا۔ سحؔر زبان کے قواعد کے ماہر اور علم عروض کے اُستاد تھے، علم عروض پر اُن کی کتاب " معیار البلاغت" سو سال تک ہندوستانی طلبا کے نصاب کا حصہ رہی۔ اسی لیے سحؔر کے کلام کی زبان انتہائی سادہ و عام فہم ہے کہ ایک عام قاری بھی اس سے حظ اُٹھا سکتا ہے، اگرچہ سحؔر کے کلام میں ہمیں

فارسی کے اثرات بھی نظر آتے ہیں لیکن بہت کم، یہ الگ بات ہے کہ ایک صدی تک اُن کا کلام عام قاری کی نظروں سے اوجھل رہا۔ کلام کی سادگی کا یہ اثر ہے کہ کلام پڑھنے والا فوری طور پر شعر کا مفہوم سمجھ جاتا ہے اور اُسے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

قتل سے گر یہاں مکر جائیں تو میں لاچار ہوں
پر خُدا کے رُوبرو بھی وہ مکر جائیں گے کیا

جیسے آئے تھے یہاں ویسے ہی خالی جائیں گے
وہاں سے کیا لائے تھے یہاں سے ساتھ لے جائیں گے کیا

(طامات سحرؔ، ص۴،۳)

اپنے بعض تخلیقی لمحوں میں شاعر، انا کی اس سرشاری میں جی رہا ہوتا ہے، جہاں صرف اپنی ذات ہی مرکز ہوتی ہے، وہ اسی کے حوالے سے سوچتا ہے اور اسی کا اظہار کرتا ہے۔ اس اظہار کا نام شاعرانہ تعلی ہے۔ اُردو نثر نگار راحیل فاروق اپنے تحقیقی مقالے "غالبؔ کے اُردو کلام میں تعلّی" میں رقم طراز ہیں:

"اُردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو گا جو تعلّی سے بچ سکا ہو۔ اسے بھی مجملہ ان خصوصیات کے شمار کرنا چاہیے جو ہماری غزل کی روایت کو عالمی ادب سے ممتاز کرتی ہیں"

جانے کا نہیں شور سُخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا(۱۰)

سحرؔ نے بھی اپنے کلام میں تعلی سے کام لیا ہے۔ ان کے کلام سے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

لکھی عمدہ غزل یہ سحرؔ تم نے کیا کہنا
بدایوں میں نہیں کچھ نامور ہو تم زمانے میں

(طامات سحرؔ، ص۲۶)

سحرؔ بے مثل لکھی تو نے غزل حق تو یہ ہے
کرے انصاف اگر کوئی سخن داں دل میں (طامات سحرؔ، ص۲۳)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کچھ اور پڑھیے ابھی سحرؔ آبدار اشعار
نہ بند رکھیے زبانِ گہر فشاں منہ میں

(طاماتِ سحرؔ، ص ۲۴)

ڈاکٹر یوسف حسین خان "اُردو غزل" میں رقم طراز ہیں:

"کوئی مضمون کسی کی ملکیت نہیں ہوتا جو اس کو دل نشین انداز میں بندھ دے وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ ذہنی تخلیق، پرانے نقوش، اور تصورات کو امتزج کی نئی صورت عطا کرتی ہے۔ جس سے جدتِ ادا میں جان پڑ جاتی ہے۔"(۱۱)

کلامِ سحرؔ میں بھی ہمیں ایسے مضامین نظر آتے ہیں جو اُن سے قبل شعرا کہہ چکے ہیں لیکن ایک ہی بات ہر شاعر کے ہاں نئے انداز سے ملتی ہے اور اچھا شاعر وہی ہے جو اس خیال میں جان ڈال دے۔ فراق گورکھپوری کا اس حوالہ سے یہ کہنا ہے کہ:

"اُردو غزل کا عاشق اپنے محبوب کو اپنی آنکھوں سے نہیں، اپنی تہذیب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔" (۱۲)

ہر عہد کے شاعر نے خواہ وہ کلاسیکی عہد ہو یا عہد حاضر تقریباً سبھی شعرا نے وصل کے مضمون کو اپنے کلام میں باندھا ہے۔ بقول غالبؔ:

یہ کہاں تھی اپنی قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا(۱۳)

سحرؔ کے کلام میں محبوب کے وصل کی تمنا جابہ جا موجود ہے۔ اس کی انتہا یہ ہے کہ وہ شیخ (مذہب کا نمائندہ) سے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ کیا وہ شیخ کی بات اس شرط پر سُنیں کہ وہ انہیں وصل جاناں کی کوئی تدبیر بتائے، جو ایک ناممکن امر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سحرؔ اس بات پر نادم ہے کہ جب محبوب سے ملاقات ہوگی تو اُس کا سامنا کیسے کر پائیں گا کیونکہ اُس کا دعوٰی تھا کہ وہ اپنے محبوب کے بغیر ایک پل نہ جی سکے گا لیکن وہ تو اُمیدِ وصل پر جیتا رہا ہے اور اب اس بات کی فکر لاحق ہے کہ اگر محبوب نے یہ سوال کر دیا کہ تم کیسے عاشق ہو کہ میری فرقت میں زندہ رہے تو سحرؔ کیا جواب دے گا۔

شیخ صاحب خالی باتیں آپ کی ہم کیوں سنیں
وصلِ جاناں کی کوئی تدبیر بتلائیں گے کیا
وصل نامنظور ہے اب ہم کو خود اس شرم سے
ہجر میں جیتے رہے منہ اُن کو دکھلائیں گے کیا

(طاماتِ سحرؔ، ص ۱۵)

شب فرقت اور وارداتِ عشق ' لازم وملزوم ہیں ' شبِ فرقت ہمیشہ ہی سے عاشقوں کا مقدر رہی ہے اور یہ کسی عاشق کے لیے روزِ قیامت سے کم نہیں ہوتی ' کم و بیش سبھی شعرا نے اپنے کلام میں اس مضمون کو باندھا ہے۔ سحرؔ بھی اس شب فرقت کے ستائے ہوئے ہیں۔ ان کے کلام سے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

دکھلائے کیوں نہ حشر کا عالم شبِ فرقت
کچھ روزِ قیامت سے نہیں کم شب فرقت
برپا نہ ہوں کیوں شیون وماتم شب فرقت
ہے حق میں مرے روزِ محرم شب فرقت

(طاماتِ سحرؔ، ص۲۵)

درج ذیل اشعار میں شبِ فرقت کی منظر کشی انتہائی دلکش انداز میں کی گئی ہے۔

کرتا ہے فلک دیکھ کے حالت مری زاری
یہ چرخ سے گرتی نہیں شبنم شب فرقت

(طاماتِ سحرؔ، ص۱)

سحرؔ نے شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی۔ ان کی شاعری کے چار مجموعے شائع ہوئے۔ اپنی شاعری میں مختلف اصناف سخن برتنے اور شاعری میں کثیر سرمایہ ہونے کے باوجود سحر کو وہ شہرت و پذیرائی نہ مل سکی جس کے وہ حق دار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سحر کے کلام میں کہیں قنوطیت تو کہیں حزن ویاس کی جھلکیاں ملتی ہیں اور شاید اس یاسیت کی وجہ بھی پذیرائی نہ ملنا ہو۔

صد حیف سحرؔ شاعرِ یکتا تھا مر گیا
علامہ تھا فصیح تھا فخر زمانہ تھا

(طامات سحرؔ، ص ۱٦)

جو ہوتے زندہ کہیں غالبؔ آج کل اے سحرؔ
تو اُن سے ملنے کو ہم لے کے یہ غزل جاتے

(طامات سحرؔ، ص۲۹)

سحرؔ نے اپنے کلام میں تشبیہات واستعارات کو بہت خوبصورتی سے برتا ہے مثلاً یہ ملاحظہ ہو۔

گرم بازار جگر کا ہوا مجمر بن کر
آبرو پائی ہے آنکھوں نے سمندر بن کر

(طامات سحرؔ، ص۱۰)

یہ بالکل اچھوتی تشبیہ ہے۔یعنی عاشق کے جگر کو مجمر (جس میں دھونی کے لیے آگ جلائی جاتی ہے) کے مانند قرار دیا ہے کہ عاشق کا جگر عشق کے سوز سے مجمر بن چکا ہے۔عاشق کی آنکھوں نے اتنا پانی بہایا کہ سمندر بن گئی ہیں۔عام طور پر محبوب کی آنکھ کو چشم آہو سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ لیکن سحرؔ اس بات پر نالاں ہیں کہ اُس کے محبوب کی چشمِ نازک کو چشم آہو سے نہ ملایا جائے اور ایسا کہنے والے کو اُنہوں نے اندھا تک کہہ دیا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

چشمِ آہو کو تری چشم سے نسبت کیا ہے
جس نے تشبیہ یہ دی ہے کوئی اندھا ہو گا

(طامات سحرؔ، ص ۴۳)

سحرؔ ایک قادرالکلام شاعر تھے جنہیں اُردو زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔انہوں نے اپنے کلام میں محاورات کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔ محاورا شعر میں یوں گھل مل گیا ہے جیسے پھول میں خوشبو رچی بسی ہوتی ہے یعنی دونوں لازم ملزوم ہیں۔چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں محاورات کا استعمال کیا گیا ہے۔

میرے منہ سے ابھی نالہ کوئی نکلا تو نہ تھا
آسمان سر پہ عبث ٹوٹ پڑا کیا باعث

(طامات سحرؔ، ص ۶)

خفا تم کو جو کر دیتا ہوں بے مطلب نہیں یہ بھی
مزہ ملتا ہے کیا کچھ آپ کے آنکھیں دکھانے میں

(طامات سحرؔ، ص ۷)

وقت کیا آگیا ہے صد افسوس
بھائی دشمن ہوا ہے بھائی کا

(طامات سحرؔ، ص ۴)

مرکبات وتراکیب کے استعمال سے شعراا پنے کلام کو مزید موٴثر بناتے ہیں۔ مجلہ قومی زبان میں تراکیب سے متعلق شاعری کی تراکیب کے استعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔

"مرکبات (تراکیب آمیز کلمات) کے برجستہ استعمال سے ندرت کلام ہی نہیں آشکار ہوتی بلکہ شاعرانہ افکار کی قدرت مشکل ہو کر معاصر مفکرین کے لیے چیلنج اور قارئین کی غذائے فکر بھی بن جاتی ہے۔"(۱۴)

"اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات وتراکیب کا لسانی و تحقیقی مطالعہ" سے متعلق ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"تراکیب میں الفاظ سے ایک نیا خاندان ابھرتا ہے، جو نئی تصاویر اور خاص سلسلۂ معانی کی تشکیل اور لطف کا باعث ہوتا ہے۔" (۱۵)

سحرؔ نے بھی اپنے کلام میں جاذبیت اور دلکشی پیدا کرنے کے یے اسے تراکیب ومرکبات سے مزین کیا ہے۔ جیسے، آب ودانہ، آہ وفغاں، امیر ومفلس، باغ وبہار، بحر وبر، بانشاط وطرب۔ تراکیب میں، آب بقا، آرزوئے دل، آہ آتشیں، آہِ عاشق، ابتدائے عشق، ابروئے خمدار، بُتانِ سنگدل وغیرہ۔ ان تراکیب ومرکبات نے کلامِ سحرؔ کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کیا ہی تھے بے فکر کل تک عالمِ بالا میں ہم
لگ گئی آ کر یہاں ہی فکر آب و دانہ آج

(طامات سحرؔ، ص ۱۳)

یقین ہے آہِ عاشق کا اثر مشکل سے ہوتا ہے
بُتانِ سنگدل کے دل میں گھر مشکل سے ہوتا ہے

(طامات سحرؔ، ص ۶)

دیکھیں اگر بہار دلِ داغ دار آپ
پھر رُخ کریں نہ جانبِ باغ و بہار آپ

(طامات سحرؔ، ص ۱)

تلمیح کے معانی، مختلف محققین اور نقادوں نے مختلف بیان کیے ہیں، لیکن ان سب میں ایک قدر مشترک ہے کہ تلمیح کسی بھی شعر میں موجود ایک اچھوتا لفظ ہوتا ہے۔ وفایز دان منش اپنے تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی "اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب، لسانی و تحقیقی مطالعہ" میں لکھتی ہیں کہ تلمیح کی مختلف تعریفیں ہیں۔ سب تعریفوں میں ایک بات مشترک ہے، وہ یہ کہ تلمیح شعر میں ایک منفرد لفظ ہوتا ہے۔ شعر پر ایک نظر ڈالنے سے اس لفظ کی چمک آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ تلمیح سے متعلق ہم عرشی کی رائے پر نظر ڈالتے ہیں:

"تلمیح کے معانی ہیں کسی چیز کی طرف سرسری نگاہ ڈالنا، لیکن علم بیان کی اصطلاح میں کسی قصے، کسی مشہور مسئلے، آیت، حدیث، مثل یا کسی علم کی اصطلاح وغیرہ کی طرف کلام میں اشارہ کرنا تلمیح کہلاتا ہے۔ کلام کا مطلب سمجھنے کے لیے اس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔"(۱۶)

سحرؔ کے کلام میں تلمیحات کا استعمال بھی ملتا ہے۔ سحرؔ مذہب کے اعتبار سے اگرچہ ہندو تھے لیکن اسلام اور تاریخ اسلام پر اُن کی گہری نظر تھی' جس کا اندازہ اُن کے کلام میں موجود تلمیحات، قرآن و حدیث کے مآخذات کے برتنے سے ہوتا ہے

مدحِ مصطفیٰ ﷺ

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

یہ تلمیح اسی آیت کے تناظر میں بیان کی گئی ہے۔

محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

خدا مداحِ مدحِ مصطفیٰ بس

(طاماتِ سحر، ص۱۱)

اعجازِ مسیحا

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مختلف معجزات سے نوازا تھا اُن میں سے ایک مُردوں کو زندہ کرنا بھی تھا۔ یہ تلمیح حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کے لیے استعمال ہوئی ہے۔

زندہ ہو گا نہ کبھی اُس سے ترا کشتۂ ناز

سر نگوں دعوٰیٔ اعجازِ مسیحا ہو گا

(طاماتِ سحر، ص۳)

قرآن وحدیث کے ماخذات

اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ دجال کے ظہور کے حوالے سے بھی ہے کہ قُربِ قیامت فتنہ دجال ظاہر ہو گا اس شعر میں سحؔر نے اُسی فتنہ کا ذکر کیا ہے۔

کیا عجب غیر اگر ہے مری صحبت میں مخل

دینِ اسلام میں دجال بھی پیدا ہو گا

(طاماتِ سحر، ص۳)

مشاہیر عالم ومشاہیر ادب

کلاسیکی اُردو شاعری میں تقریباً ہر شاعر کے ہاں مشاہیر عالم و مشاہیر ادب کا تذکرہ ملتا ہے بالخصوص انبیاؑ' صحابہ کرام صالحین' تابعین' تبع تابعین' بزرگان دین' صوفیائے کرام اور عظیم فلاسفر وغیرہ' اس سے شعرانہ صرف سبق آموز واقعات سے قاری کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں بل کہ اس سے دُنیا کی ناپائیداری کا بیان اور زندگی کے حقائق اور بے بسی کا موضوع بھی کھل کر سامنے آتا ہے' جیسے درج ذیل شعر میں

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

مکتب غم میں ہے مجنوں سے تلمذ ہم کو
اب بیاباں کا سبق جائے گلستاں ہو گا

(طامات سحرؔ، ص ۷)

ضرب الامثال

سحرؔ کے کلام میں ضرب الامثال کے نمونے بھی ملتے ہیں:

ہے مثل ایک انار اور ہزاروں بیمار
دل مرے پاس ہے ایک اور طرحدار بہت

(طامات سحرؔ، ص ۴)

کلامِ سحرؔ میں صنائع بدائع

کلامِ سحرؔ میں جہاں محاورات 'تشبیہ واستعارہ' قرآن وحدیث کے مآخذات کا بیان ملتا ہے 'وہیں صنعتوں کے استعمال سے بھی اس کا رنگ ڈھنگ اور نکھر کر سامنے آیا ہے' سیاق الاعداد 'مراۃ النظیر' رعایت لفظی' تجنیسِ تام 'صنعتِ مبالغہ اور حسن تعلیل کو دیبی پرشاد سحرؔ نے اس دیدہ ریزی اور فنی مہارت سے برتا ہے کہ انھیں ایک قادرالکلام شاعر کہہ دینے میں مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔ کلام سحرؔ سے کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(صنعت سیاق الاعداد)

چار کا گو غلط ہو ادعویٰ
ایک بوسہ تو واجبی نکلا

(طامات سحرؔ، ص ۴)

(صنعتِ مبالغہ)

کسی شے کے لیے حقیقت سے زائد وصف کا دعویٰ کرنا

آسمان پر ہلال نہیں نمود
نعل ہے تیری زیر پائی کا

(طامات سحرؔ، ص ۱)

(صنعتِ تجنیس)

ثابت ہے خط لکھا ہے جو خطِ غبار میں
رکھتے ہیں ہم سے دل میں نہایت غبار آپ

(طامات سحر، ص۱۸)

(صنعتِ تضاد)

کم سنی میں کرتے ہیں عشاق پر کیا کیا ستم
جب جوان ہوں گے خدا جانے غضب ڈھائیں گے کیا

(طامات سحر، ص۳)

(صنعتِ تکرار)

ہو رہی ہیں کس لیے تیاریاں ہر ہر روش
باغ میں وہ سیر کرنے کے لیے جائیں گے کیا

(طامات سحر، ص۳)

سنگِ اطفال سے پھوٹا ہی کیا سر اپنا
سر نوشت اپنی کا خط خط شکستہ ہو گا

(طامات سحر، ص۷)

(صنعت تکرار مع الوسائط)

مول غم ہم نے لیا خود نہ کرے گا ایسا
بخدا اگر کوئی نادان سے ناداں ہو گا

(طامات سحر، ص۴)

(صنعتِ قنوطیت)

اس قدر تنگ ہوں ہو جاؤں گا خود کافر میں
دلِ کافر جو کبھی میرا مسلماں ہو گا

(طامات سحر، ص ۴)

(صنعت مراعاۃ النظیر)

کچھ مرا ہی نہیں وہ بُت معبود
بخدا ہے خدا خدائی کا

(طامات سحر، ص ۲)

ساقی ہے شبِ ماہ ہے پی جام پیاپے
کچھ پرسشِ محشر کا نہ کر خوف و خطر آج

(طامات سحر، ص ۱۸)

حاصل کلام

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سحر کا کلام اپنے اندر تمام تر ادبی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ جسے پڑھ کر قاری عمدہ شاعری کا لطف اُٹھاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کلاسیکی عہد کے نامور شعرا کے علاوہ بھی کئی ایک ایسے شعرا کا کلام موجود ہے جس میں وہ تمام ادبی خوبیاں موجود ہیں جو ادب اور خاص کر اُن قارئین کے ادبی شوق کی تسکین کا سامان فراہم کر سکتا ہے جو شاعری کو پسند کرتے ہیں، لیکن وہ کلام عدم دستیابی کے باعث عام قاری کی پہنچ سے دور ہے۔ راقم نے اُن شعرا کے کلام کو جو کسی بھی وجوہات کی بنا پر منظر عام نہیں آسکا، اور شائقین ادب کی نظروں سے اوجھل رہا، کو منظر عام پر لانے کی ایک سعی کی ہے اور یہ مضمون اُسی سعی کی کڑی ہے۔ اُمید واثق ہے کہ راقم مستقبل میں بھی شاعری کے مدفون خزینوں میں سے ایسے گوہر نایاب چُن چُن کر لائے گا اور شائقین ادب کی خدمت میں پیش کرنے کے ساتھ محققین کو بھی تحقیق کے نئے اُفق فراہم کرنے میں سعادت محسوس کرے گا۔

حوالہ جات

۱۔ وریندر پرشاد سکسینہ "بدایوں کے اساتذہ سُخن" کراچی: پرنٹنگ محل' ۱۹۹۹ء' ص ۱۶
۲۔ شمس بدایونی "از خاکِ بدایوں" بریلی: بریلی الیکٹرک پریس' ۱۹۸۵ء' ص ۲۷
۳۔ وریندر پرشاد سکسینہ "بدایوں کے اساتذہ سُخن" کراچی: پرنٹنگ محل' ۱۹۹۹ء' ص ۲۱،۱۸

۴۔ بابو شیام سندر لال برق "بہارِ سُخن" اتر پردیش: مطبع ایل، بی، سیتا پور' ۱۹۳۲ء' ص

۵۔ گنپت سہائے سریواستو "اُردو شاعری کے ارتقا میں ہندو شعرا کا حصہ" تحقیقی و تنقیدی مقالہ' الہ آباد: اسرار کریمی پریس' ۱۹۶۹ء' ص ۳۸۱

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، "ارسطو سے ایلیٹ تک" دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، طبع اول، جون ۱۹۷۷ء ص ۴

۷۔ الطاف حسین حالی' خواجہ "دیوانِ حالی" دہلی: یونین پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۱

۸۔ خواجہ میر درد، دہلوی "دیوانِ درد اُردو" لکھنؤ: مطبع نظامی بدایوں ۱۹۲۲ء، ص ۴۷

۹۔ اخلاق حُسین دہلوی، "فنِ شاعری" دہلی: کُتب خانہ انجمن ترقی اُردو، جامع مسجد دہلی، جدید ایڈیشن، ۲۰۱۰ء ص ۱۵۰

۱۰۔ راحیل فاروق، "غالؔب کے اُردو کلام میں تعلّی" تحقیقی مقالہ، ویب سائٹ، اُردو گاہ، جون ۲۰۲۰

۱۱۔ یوسف حُسین خان، ڈاکٹر "اُردو غزل" اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۷۴ء ص ۲۸۲

۱۲۔ فراق گورکھپوری، انٹرویو آفاق احمد، مشمولہ "شناسائی" ساہتیہ اکادمی، ۲۰۰۸، ص ۶۴

۱۳۔ مہر غلام رسول، نوائے سروش (مکمل دیوان غالب مع شرح)، لاہور: غلام علی پرنٹرز، سن ندارد، ص ۸۲

۱۴۔ مجلہ "قومی زبان" شمارہ، فروری ۱۹۸۳، ص ۴

۱۵۔ دائم، غلام مصطفٰی، مضمون "تراکیب سازی: مبادی و مقاصد" مشمولہ "بزبان یوسف" فیس بُک "اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب کا لسانی و تحقیقی مطالعہ" ، بحوالہ حسن پور آلا شتی - ص ۱۷، ۴ جون ۲۰۲۰

۱۶۔ وفا یزدان منش ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی "اُردو غزلیات میں فارسی تلمیحات و تراکیب کا لسانی و تحقیقی مطالعہ" ۲۰۱۰، ص ۱۷